نقطۂ نظر

سید عباس علی

اسلام اور تصوّف

حکمت قرآن، اگست ۸۸ء کے شمارے میں شائع شدہ ایک مقالہ بعنوان "اسلام کا نظام روحانی" کے مطالعہ سے منکشف ہوا کہ دینِ کامل اسلام کے ساتھ 'طریقت' اور 'تصوّف' کی پیوندکاری کر کے دینِ حق کی وحدت کو دو لخت کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں استاذِ فلسفہ، صوفی، صافی بزرگ حضرت مولانا عبد الباری کے قول سے دلالت کی گئی ہے کہ :-

"جس طرح انسانِ کامل کے دو رخ ہیں، ظاہر و باطن یا قلب و قالب، اسی طرح دینِ کامل کے بھی دو رخ ہیں، 'شریعت'، 'طریقت' اور جس طرح شریعت نام ہے ظاہر یا قالب کے اعمال و احکام کا۔ اسی طرح طریقت یا تصوّف نام ہے باطن یا قلب کے اعمال و احکام کا۔"

استاذ فلسفہ مزید فرماتے ہیں کہ :-

"بات یہ ہے کہ کسی شئے کے کمال کا تعلق اس کے ظاہر سے زیادہ باطن، کم سے زیادہ کیف، قشر سے زیادہ مغز یا جسم سے زیادہ جان، اور صورت سے زیادہ معنی سے ہوتا ہے۔"

صاحب مضمون آگے لکھتے ہیں کہ :-

"صورتِ اعمال تو قرآنی اور حدیثی صراحتوں اور حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلم کے نمونۂ اعمال سے ملیں گی جس کا درس ہر عالمِ دین سے مل سکتا ہے۔ البتہ روحِ اعمال جو بذریعہ صحبت۔ منجذب ہو کر منتقل ہوتی آرہی ہے، کسی مستند صحبت یافتہ اور مجازِ صحبت بزرگ ہی سے بطریق انجذاب حاصل کی جا سکتی ہے۔"

پھر دعوٰی کیا گیا ہے کہ :-

"آج بھی یہ درس حاصل کرنا ہو تو وہ کسی قاتارت نہیں، معقولی سے نہیں، نرے مولوی سے نہیں بلکہ کسی کامل المعرفت قوی نسبت صوفی مصافی کی صحبتِ بابرکت سے حاصل کرنا ہوگا۔"

گویا ان دلائل کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ دینِ اسلام میں طریقت یا تصوّف ہی اصل اور حقیقی فعّال ہے اور شریعت محض عضوِ معطّل۔

ان دلائل پر حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا فیصلہ سن لیجئے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"شریعت کے تین جزو ہیں۔ ۱۔ علم۔ ۲۔ عمل اور ۳۔ اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو ثابت نہ ہو جائیں اُس وقت تک شریعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت ثابت ہو گئی تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گئی جو کہ دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے اُوپر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط۔ (سورۃ التوبہ: ۷۲)

"اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے" پس شریعت تمام دنیوی اور اُخروی سعادتوں کی ضامن ہوتی۔ کوئی بھی مقصد نہیں جس کے حاصل کرنے میں شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی ضرورت پیش آئے۔ طریقت اور حقیقت کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، شریعت کے تیسرے جزو یعنی "اخلاص" کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں۔ پس اِن دونوں کے حاصل کرنے سے مقصد شریعت کو کامل کرنا ہے نہ کہ شریعت کے سوا کوئی اور امر ہے .... طریقت اور حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے سے اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے کہ اخلاص حاصل ہو جائے۔ جو کہ حق تعالےٰ کی رضا حاصل ہونے کے لیے لازمی ہے .... کم سمجھ لوگ احوال و مواجید (حال و وجد) کو اصلی مقاصد میں سے شمار کرتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ وہم و خیال کی بندش میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور شریعت کے کمالات سے محروم

رہتے ہیں" (مکتوب ملا ۳۶)

اپنے مکتوب ملا ۴۰ میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں :-

"پس طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جزو 'اخلاص' کو کامل کرتے ہیں، شریعت کے خادم ہیں۔ اصلی مقصد تو یہی ہے مگر ہر شخص کی سمجھ یہاں تک نہیں پہنچتی۔ اکثر اہل دنیا خواب وخیال کے ساتھ مطمئن ہو گئے ہیں اور انہوں نے اخروٹ اور منقیٰ کو کافی سمجھ لیا ہے۔ وہ شریعت کے کمالات کو کیا جانیں اور طریقت اور حقیقت کی اصلیت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور طریقت کو مغز جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ وہ صوفیوں کی باطل باتوں پر دھوکا کھاتے ہوئے ہیں اور احوال ومقامات پر فریفتہ ہیں" (ماخذ "مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا اردو ترجمہ" مترجم۔ حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ۔ ادارۂ مجددیہ ۳۔ ایچ۔ ۵/۲۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۹۸۸ء)

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہُ السّامی کے مکتوبات کے دلائل وحقائق تو اہل علم حضرات کے لیے طریقت یا تصوّف کے باطل فلسفہ پر حُجّتِ مُحکم کا درجہ رکھتے ہیں لیکن عام قارئین کی غلط فہمیوں کے ازالے اور انکے عقیدے کی اصلاح کے لیے اس مسئلہ کے فقہی اور تواریخی پہلوؤں پر مختصر اً روشنی ڈالنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

علّامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :-

صوفیٔ پشمینہ پوشِ حال مست ؛ از شراب نغمۂ قوال مست

آتش از شعرِ عراقی در دلش ؛ در نمی سازد بقرآں محفلش

(ترجمہ :- اونی لباس میں ملبوس اپنے خیال میں مست صوفی قوال کے نغمہ کی شراب سے مدہوش ہے۔ اس کے دل میں عراقی کے کسی شعر سے تو آگ سی لگ جاتی ہے لیکن اس کی محفل میں قرآن کا کہیں ذکر نہیں)

(حکمت قرآن ستمبر ۸۱ء صلا ۶۶)

پروفیسر حافظ احمد یار صاحب اپنے مقالہ "اسلام کا روحانی نظام" (مطبوعہ حکمتِ قرآن دسمبر ۸۵ء - ص۱۷) میں لکھتے ہیں۔

"صوفیہ نے بھی روحانی تزکیہ کے لیے جو قواعد اور اصول بیان کئے ہیں انکی اصل قرآن کریم اور اس کا بیان سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ اور جس نام نہاد تصوّف کی بنیاد اور اساس قرآن وسنت نہیں وہ تصوّف نہیں گمراہی ہے .... قرآن مجید کی بیسیوں آیات اسی روحانی نظام کے کسی نہ کسی پہلو (ASPECT) سے تعلق رکھتی ہیں ___ ہم اُن موضوعات یا عنوانات کی طرف یہاں اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ نمبر۱ ذکراللہ نمبر۲ حب اللہ نمبر۳ خشیۃ اللہ نمبر۴ استغفار نمبر۵ التوبہ الی اللہ نمبر۶ شکر نمبر۷ صبر نمبر۸ توکل نمبر۹ اخلاصِ نیت نمبر۱۰ دعا۔"

پروفیسر اختر الحسن کھٹی اپنے مقالہ "تصوّف بحیثیتِ مذہبی واردات" (مطبوعہ حکمتِ قرآن - جولائی ۸۸ء - ص۴۹) میں لکھتے ہیں۔

"میں نے آپ حضرات کے سامنے آل عمران کی آیت نمبر۱۶۴ کی تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا۔ اس میں تزکیہ کا ذکر آیا ہے۔ تزکیہ سے مراد انسان کے ظاہر اور باطن کو پاک کرنا ہے۔"

پروفیسر اپنے مقالہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اگر تزکیۂ نفس اس نیت سے ہو کہ عباد الرحمٰن کی مدد سے ایک مثالی معاشرہ قائم کر کے عالمی سطح پر دینِ اسلام کو غالب کرنے کی جدّوجہد کی جائے تو یہ کام انتہائی درجہ میں مستحسن ہے۔ اور اگر مقصود محض انفرادی طور پر صوفیانہ اشغال کے ذریعہ اپنے ہم نفسوں پر برتری حاصل کرنا اور اپنی انا کی تسکین ہو تو یہی کام مذموم ہے۔"

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (اقبال)

جناب محمد یعقوب صاحب اپنے مقالہ "مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اسلامی انقلاب کی برکات" (مطبوعہ میثاق اگست ۹۰ء صفحہ ۵۷) کے ذیلی عنوان 'دینی حالت' کے تحت تصوّف پر اپنا تجزیہ یوں پیش کرتے ہیں۔

"دوسری طرف تصوّف کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی 'عیاں راچہ بیاں' کے مصداق سب پر کھلا ہے۔ 'تہذیب الاخلاق' اور 'مکارم اخلاق' جو تصوّف کا اصل ہدف ہے زیبِ طاقِ نسیان ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر زور شیخ پرستی، قبر پرستی، میلوں ٹھیلوں اور عُرسوں پر ہے۔ چند خدا ترس مشائخ کو چھوڑ کر اکثریت دوکانداری کر رہی ہے۔ عوام کو مختلف توہمات میں مبتلا کر کے شرک و بدعت اور غیر اسلامی شعار کا پرچار ہو رہا ہے۔ تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک اور شفاعتِ باطلہ کے نام پر غریب جاہل عوام کا استحصال روز افزوں ہے۔"

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دینِ اسلام کی اساس قرآن و سنّت ہے اور قرآن و سنّت ہی ظاہری و باطنی تزکیہ کا سرچشمہ ہیں۔ دینِ اسلام اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ دین ہے جس کے نافذ ہادیٔ اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کی حیاتِ طیبہ ہی میں دین مکمل ہو چکا تھا۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ"

ترجمہ "آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا۔" (المائدہ : ۳)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جس دن اللہ تعالےٰ نے دین کامل کر دیا اُسوقت طریقت اور تصوّف کا کہیں وجود تک نہ تھا۔ طریقت اور تصوّف کی اصطلاح نہ تو قرآن مجید میں استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی احادیث میں۔ حد تو یہ ہے کہ تصوّف عربی زبان کا لفظ ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا صحیح مخرج اور مفہوم آج تک کسی کو معلوم ہے۔ تصوّف کی بنیاد پڑی دوسری صدی ہجری میں۔ پروفیسر اختر احسن بھٹی اپنے مقالہ "تصوّف بحیثیت مذہبی واردات" (مطبوعہ حکمت قرآن۔ جولائی ۸۸ء صفحہ ۵۰) میں لکھتے ہیں۔

"امام قشیری اپنے مشہور رسالہ میں لکھتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود تک صحابہؓ کے لقب کے سوا کوئی اور لقب ایجاد نہیں ہوا تھا .... صحابہؓ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا لقب پیدا ہوا۔ یہ زمانہ بھی ہو چکا تو بزرگانِ دین زاہد اور عابد کے لقب سے ممتاز ہوتے ...... جو لوگ خاص اہل سنّت والجماعت میں سے زاہد اور اہلِ دل تھے وہ صوفی کہلاتے۔ سب سے پہلے جس شخص کو صوفی کا لقب ملا وہ ابوہاشم صوفی تھے۔ جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔"

یہی وجہ ہے کہ فلسفۂ تصوّف کا تاج محل تعمیر کرنے والے حضرات محض اپنے اسلاف اور بزرگانِ سلسلہ کے اقوال ہی پر تصوّف کا سارا تانا بانا بنتے آئے ہیں اور روحانی طور پر اپنا سلسلہ حضرت علیؓ سے جوڑتے ہیں۔ خلفائے راشدین یا صحابہ کرام کے کسی قول سے اپنی حجّت پیش نہیں کرتے۔

جب تصوّف اور دینِ اسلام کے وجود میں ڈیڑھ سو سال کا بُعد پایا جاتا ہے تو عقلِ انسانی یہ کیسے تسلیم کرلے کہ طریقت یا تصوّف شریعت کا حقیقی جزو لاینفک ہے۔ اور اہلِ ایمان کے باطنی، قلبی، تزکیہ، اصلاح و فوز و فلاح کا تنہا ضامن۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

متذکرہ بالا حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کے ساتھ طریقت یا تصوّف کی پیوندکاری ۱۵۰ھ کے بعد کی گئی اور اسلامی تواریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام دشمن عناصر، یہود، عیسائی اور مجوسی تصوّف کا لبادہ زیب تن کر کے صوفیہ کرام کے حلقوں میں داخل ہوتے اور موضوع حدیثیں گھڑ گھڑ کر اوّل تو مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کو بگاڑا اور آخر کار انہیں عمل سے غافل اور جذبۂ جہاد سے فارغ کر کے چھوڑا۔ بقول جناب محمد یعقوب صاحب آج تصوّف ہر نوع کی واہیات اور خرافات کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے (الّا ماشاءاللہ) اور بلند بانگ دعویٰ یہ ہے کہ اسلام کے اصلی پرچارک اور امّت کے نجات دہندہ ہم ہیں۔

زیر بحث مقالہ میں ایک بہت بڑا مغالطہ پایا جاتا ہے ۔ مقالہ نگار صفحہ نمبر ۲۰ پر لکھتے ہیں ۔

وہ بے بصر اور بے بہرہ انسان ـــــ کی ہدایت کے لیے قرآن پاک اتارا گیا جو فرقان ہے کہ حق کو حق باطل کو باطل دکھلا دیتا ہے جو نور ہے کہ راہ آخرت کو روشن کرتا ہے ۔ جو شفا ہے کہ نفس کے روگ کو دور کر کے اسکے ذائقہ کو درست کرتا ہے اور قلب کے زنگ کو چھڑا کر معرفت حق کے قابل بنا دیتا ہے ، جو رحمت ہے کہ دنیا کی ہر زحمت کو راحت سے بدل دیتا ہے ، جو ھدیٰ ہے کہ بچھڑے ہوئے انسان کو پھر اپنے مولا سے ملا دیتا ہے ۔

قرآن پاک کے ان ایمان افروز حقائق کو بیان کر کے اسے نسخہ کیمیا مان کر پھر فلسفۂ تصوف کے مفروضہ عقائد پر ایمان رکھنا اور اسکی ہمنوائی اور تبلیغ کرنا کھلا خلط مبحث یا تضاد ہے ۔ فقط

محمد عباس علی
ناظم آباد ۔ کراچی

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاھور کو

قرآن کالج کے لیے پرنسپل

کی ضرورت ہے، تفصیلات کے لیے رجوع فرمائیں :

قرآن اکیڈمی، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون : (۸۵۶۰۰۴ ـــ ۸۵۶۰۰۳)